اصولِ ادبی تنقید: نفسیاتی مکتبۂ فکر اور سائنسی طریقِ کار

یوسف چوہان*

آئیور آرم اسٹرانگ رچرڈس (Ivor Armstrong Richards) انگریز نقاد، ماہر علم البیان (Rhetorician)، ماہرِ معنیات (Semanticist)، ماہر علم العلامات (Semiotician)، نظریہ ساز (Theorist) اور شاعر تھا۔ وہ عہدے کے اعتبار سے پروفیسر تھا اور رچی (Richie) کے قلمی نام سے رسائل و جرائد میں لکھتا تھا۔ اس کے افکار نئی تنقید (New Criticism) کے لیے بنیاد ثابت ہوئے۔ اس کے عملی تنقید کے تصور نے بروقت کلوز ریڈنگ (Close Reading) کی طرف رہ نمائی کی، جسے جدید ادبی تنقید کا پیش خیمہ سمجھا جاتا ہے۔ وہ شاعری میں سائنس کی طرح قطعیّت دیکھنے کا خواہاں تھا۔ اس کی تنقید سے "نفسیاتی مکتبۂ فکر" کا آغاز ہوا۔

رچرڈس ۲۶ فروری ۱۸۹۳ء[۱] میں شمال مغربی انگلستان کی کاؤنٹی چیشائر (Cheshire) کے ٹاؤن سینڈ بیچ (Sandbach) میں پیدا ہوا۔ وہ ۱۹۱۱ء میں کیمبرج آگیا۔ اس نے کیمبرج یونی ورسٹی کے میگڈالن کالج (Magdalene College) سے گریجویشن کی، جہاں کیبی سپینس (Cabby Spence) نے اس کے انگریزی زبان کے ذوق کو پروان چڑھایا۔[۲] وہ بنیادی طور پر فلسفے (Moral Sciences) کا طالب علم تھا۔ اس کا ادب کا مطالعہ گہرا تھا، لیکن اس نے اس کی باقاعدہ رسمی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔

۱۹۲۱ء میں اس نے سی۔ کے۔ اوگڈن (C. K. Ogden) اور جیمز ووڈ (James Wood) کے ساتھ مل کر دی فاؤنڈیشنز آف ایستھیٹکس (The Foundations of Aesthetics) تصنیف کی۔ اوگڈن کی معاونت میں اس نے کئی لاجواب کارنامے سرانجام دیے۔ دی مینگ آف مینگ (The Meaning of Meaning) میں اس نے اوگڈن کی معاونت میں علم العلامات (Semiotics) پر خاص طور پر کام کیا، جس نے بعد ازاں ادب میں نفسیات کی اہمیت کے حوالے سے اس کے کام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اوگڈن اور رچرڈس نے ۸۵۰ الفاظ کے مشترکہ ذخیرۂ الفاظ کی بنیاد پر بین الاقوامی زبان کی نشوونما کے لیے بنیادی انگریزی (Basic English) کے پروگرام کو مرتب کیا، جس کے مطابق انگریزی کو ثانوی زبان کے طور پر سیکھنا آسان ہو گیا۔ بنیادی انگریزی

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

کے نظریے نے دوسری عالمی جنگ کے بعد مقبولیت حاصل کی۔ رچرڈس نے بنیادی انگریزی کے تصور کو چین میں خوب پروان چڑھایا۔ I.A.Richards کی ذیل میں ایوری مینز انسائکلو پیڈیا (Everyman's Encyclopaedia) میں لکھا ہے:

A leading authority on Semantics, he collaborated with C.K.Ogden in the 'Meaning of Meaning' 1923, and with him was the founder of Basic English.[۳]

رچرڈس نے افلاطون کی کتاب دی ریپبلک (The Republic) کو بنیادی انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اس نے بیسک انگلش اینڈ اٹس یوزز (Basic English and Its Uses) لکھی۔ ماہر علم البیان (Rhetorician) کی حیثیت سے رچرڈس کا کہنا تھا کہ علم البیان (Rhetoric) کی قدیم ہیئت بے شمار دلائل اور نزاعات پر مشتمل ہے۔ علم البیان کو اس کے بجائے گفتگو کے اجزا کے معانی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس نے اپنے اس تصور کو نئے علم البیان (New Rhetoric) کا نام دیا جو اس بارے میں ہے کہ کیسے زبان عمل کرتی ہے؟ اس کے مطابق ابہام متوقع ہوتا ہے اور معانی الفاظ میں نہیں بلکہ لوگوں کے ادراک کرنے کی صلاحیت میں ودیعت ہوتے ہیں۔ معانی کا فیصلہ اس سے کیا جاتا ہے کہ الفاظ ایک فقرے میں کیسے استعمال کیے جاتے ہیں؟ رچرڈس کی ماہر لسانیات کی حیثیت کے بارے میں سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

> اس نے تنقید میں لسانیات کے مطالعے کو تنقیدی تجربے کی تکنیک سے مربوط کر دیا۔ اس طرزِ تنقید سے انگلستان میں بہت سے نقاد متاثر ہوئے۔۔۔ اس کے بعد مغرب میں، خاص طور پر امریکا میں، اس سلسلے میں بہت کام ہوا اور مشرق میں "معانی" کے (اصطلاحاً) بہت سے گوشے روشن بھی ہوئے اور ان کے نئے مطالب بھی سمجھ میں آئے ہیں۔[۴]

وہ ۱۹۲۲ء تا ۱۹۲۹ء میگڈالن کالج میں لیکچرر کے طور پر ادب اور اخلاقی فلسفے کی تعلیم دیتا رہا۔ رچرڈس کی اس دوران لکھی گئی دو کتابوں کی وجہ سے "بابائے نئی تنقید" کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم (Principles of Literary Criticism) اور دوسری پریکٹیکل کریٹیسزم (Practical Criticism) ہے۔ پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم ۱۹۲۴ء میں جب کہ پریکٹیکل کریٹیسزم ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔ ان میں پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم تنقید کی تاریخ میں ایک نمایاں پیش رفت تھی۔ پریکٹیکل کریٹیسزم میں اس نے ان اصولوں کا اطلاق کیا، جنھیں اس نے پرنسپلز آف

لٹریری کریٹیسزم میں طے کیا تھا۔اس نے کیمبرج یونی ورسٹی کے طلبہ کو کچھ نظمیں دیں اور ان پر ان کا رد عمل معلوم کیا۔ بعد ازاں اس نے ان کا تجزیہ کیا، جس سے اس کا گہرا تنقیدی شعور اور طریقہ کار پریکٹیکل کریٹیسزم میں محفوظ ہو گیا۔ اس کے اس طریقۂ تنقید نے عصری تنقیدی رجحان پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ رچرڈس شاعری کرنے اور پڑھنے کا نفسیاتی طریقے سے معائنہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ادبی تنقید میں سائنسی اصولوں کا اطلاق کر کے ایک نیا طریقہ کار متعارف کروایا۔

پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم لکھنے کے دو سال بعد رچرڈس نے ڈورو تھی پیلے [Dorothy Pilley (1894–1986)] سے شادی کر لی جس سے وہ ویلز میں ایک کلائمبنگ ہالیڈے کو ملا تھا۔ ڈورو تھی ایک ممتاز کوہ پیما تھی۔ اس نے الپس (Alps) پہاڑی سلسلے کو سر کیا تھا۔ اس نے انٹائن (Antoine Georges)، جوزف (Joseph Georges) اور رچرڈس کے ساتھ مل کر ڈاں بلانش (Dent Blanche) کی شمالی چوٹی کو سر کیا اور بعد ازاں کلائمبنگ ڈیز (Climbing Days) کے نام سے یادداشتیں بھی لکھیں۔[۵]

۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۰ء وہ سنگ ہوا یونی ورسٹی پیکنگ میں پروفیسر کے عہدے پر فائز رہا اور ۱۹۳۱ء میں ہارورڈ یونی ورسٹی آ گیا۔ وہ ۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء آرتھولاجیکل انسٹی ٹیوٹ آف چائنا کا ڈائریکٹر رہا۔ ۱۹۳۹ء میں پھر ہارورڈ یونی ورسٹی کے اسٹاف میں بطور لیکچرر شامل ہو گیا۔ اس نے ۳۵ سال تک وہاں قیام کیا۔

۱۹۵۱ء میں رچرڈس نے خود کاریات (Cybernetics) پر آٹھویں سالانہ میکی کانفرنس (Macy Conference) میں فیڈ فارورڈ (Feedforward) کی اصطلاح اختراع کی جس کا مطلب اپنے ہی بولے ہوئے لفظ کے اثر کی ایک نقاد کے طور پر پیش بینی کرنا ہے۔ یہ فیڈ بیک (Feedback) کی مخالف سمت میں عمل ہے، اگرچہ اس کا مقصد بھی وہی ہے یعنی مبہم تصورات کو واضح کرنا۔[۶] اس نے ۱۹۵۵ء میں اپنی کتاب اسپیکولیٹو انسٹرومنٹس (Speculative Instruments) میں فیڈ فارورڈ کے تصور پر گہری روشنی ڈالی ہے۔ خود کاریات میں اس کا کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ رچرڈس کے ایک شاگرد مارشل میک لوہن (Marshall McLuhan) نے بھی اس کا استعمال کیا ہے۔ ۱۹۶۳ء میں وہ امریطس پروفیسر (Emeritus Professor) بن گیا اور ۱۹۷۴ء میں واپس کیمبرج آ گیا۔ اس نے ۷ ستمبر ۱۹۷۹ء میں انگلستان کے شہر کیمبرج میں وفات پائی۔

تنقید پر رچرڈس کے اثرات گہرے ہیں۔ ممتاز نقادوں کے لیے، جن میں ولیم ایمپسن (William Empson) اور ایف۔ آر۔ لیوس (F. R. Leavis) وغیرہ شامل ہیں، وہ ایک مینارۂ نور ثابت ہوا۔[۷] کچھ نقادوں نے، جن میں کلینتھ بروکس (Cleanth Brooks) اور ایلن ٹیٹ (Allen Tate) وغیرہ شامل ہیں، ابتدائی طور پر

انھوں نے رچرڈس سے اثر قبول کیا۔ کچھ نقادوں نے، جن میں بلیک مور(R. P. Blackmur)، رین سم (John Crowe Ransom)، ومسیٹ(W. K. Wimsatt) اور مرے کریگر (Murray Krieger)وغیرہ شامل ہیں، رچرڈس کی جانب سے نفسیات پر بے جا زور دینے کی مخالفت کر کے اپنے نظریات کو پروان چڑھایا۔ شکاگو مکتب کا کرین(R. S. Crane) بھی رچرڈس کے نفسیاتی تنقیدی نظریے کا ممنون ہے۔ رچرڈس نئے نقادوں کے لیے ایک مشکل نمونہ ثابت ہوا، لیکن اس کی کلوز ریڈنگ (Close Reading)نے ان کے تشریحی طریقہ کار کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کر دی۔

اس کی تصانیف کی تفصیل درج ذیل ہے:

1. The Foundations of Aesthetics (1922, Co-authored with C. K. Ogden and James Wood)
2. The Meaning of Meaning (1923, with C. K. Ogden)
3. The Principles of Literary Criticism (Kegan Paul, Trench, Trubner: London, 1924;New York, 1925). [Subsequent editions:London 1926 (with two new appendices), New York 1926 (Same as London 1926, but with new preface, dated New York, April 1926), 1928 (with rev preface.)]
4. Science and Poetry (1926)
5. Practical Criticism (1929)
6. Mencius on the Mind (1932)
7. Basic Rules of Reason (1933)
8. Coleridge on Imagination (1934)
9. Philosophy of Rhetoric (1936)
10. Interpretation in Teaching (1938)
11. How to Read a Page: A Course in Effective Reading with an Introduction to a Hundred Great Words (1942)
12. The Republic of Plato (1942)
13. Basic English and Its Uses (1943)
14. Nations and Peace (1947)
15. Speculative Instruments (1955)
16. Goodbye Earth (1958)
17. The Screens (1960)

18. Tomorrow Morning, Faustus! (1962)
19. Why So, Socrates,!(1964)
20. So Much Nearer: Essays toward a World English (1968)
21. Design for Escape (1968)
22. Poetries and Sciences (1970)
23. Internal Colloquies (1971)
24. Beyond (1974)
25. Poetries (1974)
26. Complementarities (1976)
27. New and Selected Poems (1978, poetry)

رچرڈس سے پہلے ۱۸۹۹ء میں کیلب ٹامس ونچسٹر [Caleb Thomas Winchester (1847–1920)] اس موضوع پر ایک کتاب Some Principles of Literary Criticism کے عنوان سے لکھ چکا تھا۔ ونچسٹر امریکا کی ویسلین یونی ورسٹی (Wesleyan University) میں انگریزی ادب کا پروفیسر تھا۔ دونوں کتابوں میں نقطۂ نظر کا واضح فرق ہے۔ ونچسٹر اپنے موضوع تک رسائی ادبی لحاظ سے کرتا ہے جب کہ رچرڈس کی رسائی نفسیاتی اور فلسفیانہ ہے۔

پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کو پہلی بار ۱۹۲۴ء میں روتلیج اور کیگن پال نے لندن سے شائع کیا تھا۔ ۱۹۲۵ء میں اسے نیویارک سے شائع کیا گیا۔ ۱۹۲۶ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن لندن سے دو نئے ضمیموں کے ساتھ شائع ہوا۔ ۱۹۲۶ء میں ہی نیویارک سے اسے نئے پیش لفظ کے ساتھ دوبارہ شائع کیا گیا، جس پر اپریل ۱۹۲۶ء کی تاریخ درج ہے۔ ۱۹۲۸ء میں اسے ترمیم شدہ پیش لفظ کے ساتھ پھر شائع کیا گیا، جس پر مئی ۱۹۲۸ء کی تاریخ رقم ہے۔ یہی اڈیشن حتمی ہے۔

پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۹۱۹ء میں رچرڈس نے کیمبرج میں لیکچرز دینے کا ایک سلسلہ شروع کیا، جس کا عنوان تھا "تنقید" (Criticism)۔ یہی لیکچرز پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کی تصنیف کا باعث بنے۔ رچرڈس کا ایک شاگرد باسل ولے (Basil Villey) لکھتا ہے:

> I was one of the lucky hearers of his early lectures, those which went into the building of his book Principles of Literary Criticism, and I want to testify to their electrifying effect – on me and on many others, including many senior listeners....In the course of the lectures in which his dry,

> toneless voice was amply compensated by his splendid cranium and the panoramic sweep of his intellect, he would turn continually to the blackboard and elaborate cross-sections of the reader's mind, full of springs, pulleys, and arrows indicating emotions, images and incipient impulses to act...what a revelation all this was to our generation, brought up as we had been on the gossip of a Saintsbury or the elegant posturings of an Edmund Gosse! [۸]

رچرڈس نے اپنی اس کتاب میں تنقید کے ایسے بنیادی مباحث اٹھائے، جو بعد ازاں امریکا میں نئی تنقید (New Criticism) کی تحریک کا باعث بنے۔ تنقید کے جو اصول اس کتاب میں طے کیے گئے، ان کا اطلاق رچرڈس نے اپنی آئندہ کتاب پریکٹیکل کریٹیسزم میں کیا، جس سے کلوز ریڈنگ (Close Reading) کا نظریہ پروان چڑھا اور جسے جدید ادبی تنقید کا نقطۂ آغاز سمجھا جاتا ہے ۔ پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم نے ادب پر گہرے اثرات مرتّب کیے۔ کالیکا رانجن چیٹر جی (Kalika Ranjan Chatterjee) لکھتے ہیں:

> David Daiches gives an anthusiastic account of the significance and influence of Principles of Literary Criticism in Books that changed our minds[۹]

اس کتاب میں رچرڈس نے ادبی تنقید کے جو اصول متعین کیے ہیں، وہ محض عام اصول نہیں ہیں، بلکہ سائنسی اصول ہیں۔ گویا وہ اس کتاب میں ادب کا، ایک سائنسی نقاد کے طور پر، مطالعہ کرتا ہے۔ انسائکلوپیڈیا امریکینا کے مطابق:

> Richards, I. A. English Literary Critic and Theorist who was a pioneer in the application of scientific principles of literary criticism [۱۰]

رچرڈس نے ادبی تنقید میں ایسا سائنسی طریقہ کار متعارف کرایا جو ایک منظم نظام کی طرح اس کی تحریروں میں ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے طے کیے ہوئے تنقید کے سائنسی طریقہ کار میں، اگرچہ اس سے متفق ہونا مشکل ہے، سو فی صد صحیح نتائج کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق:

> جدید یورپین تنقید میں آئی۔ اے۔ رچرڈس کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ شاید اس کے نظریات نے لوگوں کو اتنا متاثر نہیں کیا جتنا اس کے طریقِ کار 'Method' نے، یہاں تک کہ اس کے مخالفین بھی اس کے سائنسی طریقِ کار سے متاثر ہوئے، اس نے یہ واضح کیا کہ ہم سائنسی طریقِ کار کے ذریعے ادبی تجزیہ کے معاملے میں مکمل کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ یعنی سو فی صد صحیح اور ناقابلِ تردید نتیجوں تک پہنچ سکتے ہیں۔"

کتابِ متذکرہ میں سائنسی طریقِ تنقید کا علمِ نفسیات کی روشنی میں اطلاق کیا گیا ہے۔دی نیوانسائکلو پیڈیا بریٹانیکا کے مطابق:

> Richards, I(vor), A(rmstrong)...A student of psychology, he concluded that poetry performs a therapeutic function by coordinating a variety of human impulses into an aesthetic whole, helping both the writer and the reader maintain their psychological well-being[۱۲]

ڈاکٹر جمیل جالبی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

> نقاد کی حیثیت سے رچرڈس کی ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک ماہرِ نفسیات کے سائنسی اندازِ نظر سے ادب کا مطالعہ کرتا ہے۔۔۔رچرڈس نے مابعد الطبیعات کے مقابلے میں نیورولوجی کو اہمیت دی، یہی وہ نقطۂ نظر ہے جس کا وہ نمائندہ ہے۔۔۔اس کی تنقید نگاری سے تنقید میں "نفسیاتی اسکول" کا آغاز ہوتا ہے۔[۱۳]

پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کی عالمی ادب و تنقید میں اہمیّت مسلّمہ ہے اور یہ تنقید کا قابلِ فخر شاہ کار ہے۔اس میں ادبی تنقید کے بنیادی اصولوں پر فلسفیانہ اور نفسیاتی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے۔یہ وہ پہلی کتاب ہے جس سے رچرڈس کا نام ادبی دنیا میں مسلم ہوا۔اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر ہی راقم نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔

عالمی ادب میں ترجمہ نگاری کو خاص اہمیّت حاصل ہے۔مامون الرشید نے "بیت الحکمتہ" قائم کر کے ہندوستانی اور یونانی علوم سے عربی ادب کو مالا مال کیا۔بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں مسلمان اسکالرز ابنِ رشد اور بو علی سینا وغیرہ کی کتابیں لاطینی زبان میں ترجمہ ہو کر مغربی ممالک میں شائع ہوئیں تو مغرب کے ہزار سالہ دورِ جہالت کا خاتمہ ہوا۔اردو زبان میں شاہ میراں جی خدا نما(دکن) پہلے مترجم ہیں، جنھوں نے قطب شاہی عہد میں عربی زبان کے مشہور مصنف ابوالفضائل عبداللہ بن محمد عین القضاۃ ہمدانی کی تصنیف تمہیداتِ ہمدانی کا ترجمہ کیا۔ نثار احمد قریشی کے مطابق اس ترجمے کا ایک نسخہ ۱۶۰۳ء میں لکھا گیا۔[۱۴] انیسویں صدی کے آغاز میں متحدہ ہندوستان میں فورٹ ولیم کالج کے تراجم نے نہ صرف اردو زبان و ادب کو عالمی ادب میں قابلِ ذکر مقام عطا کیا، بلکہ یہیں سے اس خطّے نے جدید علوم اور ترقّی کی جانب اپنا اوّلین قدم بڑھایا۔

دیگر اصنافِ ادب میں تو مترجمین نے کسی حد تک اپنا معقول کردار ادا کیا ہے، لیکن تنقید کا شعبہ ہنوز تشنہ ہے۔ تذکروں سے تنقید تک کا سفر تو الطاف حسین حالی اور بعد کے اہلِ علم و ادب نے طے کیا، لیکن اردو ادب اس شعبے میں وہ پختگی حاصل نہیں کر سکا جو عالمی ادب کا طرّۂ امتیاز ہے اور جس کی اہم ترین وجہ مترجمین کا اس طرف متوجہ نہ ہونا ہے۔آئی۔اے۔رچرڈس کی شاہ کار کتاب پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کا اردو ترجمہ اس کمی کو پورا

کرنے کی طرف ایک قدم ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ ادبی تنقید کے اصول کے نام سے کیا گیا ہے۔ ترجمہ کرنے کے عام طور پر دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جسے ترجمہ کم اور ترجمانی زیادہ کہنا چاہیے۔ اس قسم کا ترجمہ آزاد ترجمہ کہلاتا ہے۔ اس طریقے میں مفہوم کو اہمیت دی جاتی ہے، یعنی مترجم کا کام مفہوم کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں اصل چیز فکر ہوتی ہے باقی سب ثانوی ہے۔ عام طور پر یہی ترجمہ مقبول ہے، کیوں کہ اس میں عام انسان کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ آزاد ترجمے میں تخلیقی امکان کی اہمیت مسلّمہ ہے۔ اس میں افکار ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ افکار کے ساتھ اگر زبان کی ترقی و ترویج بھی مقصود ہو تو پھر لفظی ترجمے کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، جس میں مصنف کے اسلوب کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ ترجمے کا یہ طریقہ اگرچہ زبان کی توسیع وارتقا کے لیے معقول ہے، لیکن اس میں دقّت یہ ہے کہ یہ طریقہ قاری سے غور و فکر اور توجہ کا طلب گار ہوتا ہے۔ اس ترجمے کو افسانے یا ناول کی طرح نہیں پڑھا جا سکتا، بلکہ رک رک کر اور سوچ سمجھ کر پڑھنا پڑتا ہے۔ بقول ہلال احمد زبیری:

> ترجمے کی عموماً دو قسمیں ہوتی ہیں ایک وہ جو سلیس، رواں اور آزاد ہوتا ہے دوسرا وہ جسے لفظی ترجمہ کہتے ہیں۔ لوگ عام طور پر پہلی قسم کو پسند کرتے ہیں اور دوسری قسم کو ثقیل کہہ کر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ داستانوں، افسانوں، کہانیوں، مزاحیہ خاکوں اور ہلکی پھلکی نگارشات کے ترجمے کے لیے تو پہلی قسم بہت موزوں ہوتی ہے مگر علوم و فنون کے ترجمے میں دوسری قسم کو اختیار کیے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ یہاں تو اصل کے ہر لفظ کے معنی اور اس کی اہمیت ترجمے میں حتی الامکان پوری طرح منعکس ہونی چاہیے، ورنہ مصنف نے دلائل و شواہد پیش کرکے جو نتائج اخذ کیے ہیں اور ان کے اظہار و بیان کا جو پیرایہ اختیار کیا ہے ترجمہ ان کا آئینہ دار نہیں ہوگا۔ علمی کتابوں کا ترجمہ کرنے والے مترجم پر بڑی سنگین ذمّہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ اپنے فکر کو اصل مصنف کے فکری قالب میں ڈھال کر ہی اپنی ذمہ داری سے عہدہ بر آ ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اس پر زور دیا جاتا ہے کہ علوم کا ترجمہ ہر صورت میں لفظی ہونا چاہیے۔[۱۵]

پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کا ترجمہ کرتے ہوئے دو باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ تنقید کی کتاب ہے، الف لیلیٰ کی کہانی نہیں ہے۔ دوسری اہم بات یہ کہ اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لفظی طریقے کے ساتھ ساتھ کوشش کی گئی ہے کہ ترجمانی کا حق بھی ادا کیا جائے۔ جہاں تک ممکن ہو سکا ترجمے میں اسلوب کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ مصنف نے پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کا اصل مسودہ انگریزی زبان میں تیار کیا تھا۔ انگریزی زبان دنیا کی چند ایسی زبانوں میں سے ایک ہے، جو ابلاغ کے ان گنت زاویے اپنے اندر رکھتی ہے۔ مصنف آئی۔ اے۔ رچرڈس کی ماہر علم البیان (Rhetorician) اور ماہرِ معنیات (Semanticist) کے لحاظ سے اہمیت مسلمہ ہے۔ اس لیے پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم اسلوب کے حوالے سے ایک اہم کتاب ہے۔ اس کتاب میں

اسلوب کا اہم ترین زاویہ جملہ ہائے معترضہ کا ہے۔ اردو زبان میں ایک جملۂ معترضہ کا تو رواج ملتا ہے، لیکن ایک جملہ میں زیادہ جملہ ہائے معترضہ کا استعمال مفقود ہے، جب کہ انگریزی زبان میں کثرت سے جملہ ہائے معترضہ کا استعمال عام ہے۔ تنقید کی کتابوں میں اس کا استعمال اور بھی کثرت سے دیکھا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر مرزا حامد بیگ:

> حیران کن بات یہ ہے کہ ہمارے بیش تر مترجمین نے روانی اور سلاست کے پیچھے بھاگتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ اردو نثر کا مسئلہ تو طویل اور پیچیدہ جملہ لکھنے کا ہے اور اگر کسی ترقی یافتہ زبان کے فن پارے میں تخلیق کار نے پیچیدہ تر احساسات و جذبات کو لفظوں میں منتقل کرتے وقت یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے تو کوشش کر کے اسے انھی قواعد و ضوابط کے ساتھ اردو میں کیوں نہ منتقل کر لیا جائے؟ اس سے ہماری زبان میں بھی اسلوبیاتی سطح پر کوئی نئی راہ سوجھنے کا امکان پیدا ہوتا۔ یہ اس کے باوجود ہوا کہ اردو نثر میں گنجلک تجربات اور پیچیدہ جذبات و تجربات کو سہارنے کی قوت نہ ہونے کے برابر ہے۔ "اور"، "اگر"، "لیکن" وغیرہ لگا کر جوڑتے چلے جانے سے بڑا جملہ نہیں بنتا ہے۔ سو کہا جا سکتا ہے کہ ہماری زبان اور ادبیات نے ترجمے کے ایک عظیم جوکھم سے نبرد آزما رہنے کے باوجود خاطر خواہ حد تک فائدہ نہیں اٹھایا۔[16]

اس طریقۂ تحریر سے پر مغز اقوال سے اکثر واسطہ پڑتا ہے، جنھیں سرسری انداز میں نہیں دیکھا جا سکتا۔ ایسے جملے غور و فکر کا تقاضا کرتے ہیں۔ پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کا ترجمہ شروع کرنے سے قبل راقم کو ان دقتوں کا ہرگز اندازہ نہیں تھا جو بعد ازاں پیش آئیں۔ میں نے سرسری طور پر کتاب کو دیکھا تھا اور تاثر قایم کر لیا تھا کہ اگر سنجیدگی سے کتاب کے ترجمے پر مرکوز ہو جائیں، تو کام ناممکن نہیں ہے۔ میں نے پہلے تاریخ و فنونِ بھیرہ پر دو انگریزی مضامین، ایک انگریزی سفر نامچہ اور انگریزی شاعری کی ایک نصابی کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہوا تھا۔ ترجمہ شدہ مضامین اور سفر نامچہ بھیرہ کے ایک سہ ماہی ادبی جریدے نالۂ دل میں شائع ہو چکے تھے۔ لیکن پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کا ترجمہ کرنا بالکل مختلف نوعیت کا کام تھا۔ آئی۔ اے۔ رچرڈس نقاد اور ماہر لسانیات ہونے کے علاوہ نفسیات اور فلسفے کا عالم بھی تھا۔ اس کے لکھے ہوئے جملے پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ جیسے دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ ترجمہ کرتے ہوئے مجھے اپنی کم نظری کا احساس قدم قدم پر ہوا مگر میں نے حوصلہ نہیں ہارا اور اپنی تمام تر کوتاہ نظری کے باوجود کوشش جاری رکھی۔

میں نے سب سے پہلے پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کا اول تا آخر مطالعہ کیا۔ مشکل الفاظ اور محاورات کو خط کشیدہ کیا۔ لغات سے ان کے معانی تلاش کیے۔ اس کے بعد پھر بار بار اس کا مطالعہ کیا۔ میں نے اس کتاب کی صحبت میں ایک عرصہ تک مسلسل شب و روز بسر کیے۔ کئی ماہ کی محنتِ شاقہ کے بعد مجھ پر اس کے معانی و مفاہیم منکشف ہونا شروع ہوئے۔ مجھے جو بات تھوڑی بہت سمجھ میں آجاتی، میں اسے لکھ لیتا۔ جتنی بار پڑھتا اتنی ہی

بار مجھ پر نئے نئے اسرار وَا ہوتے۔ میں جملہ لکھتا۔۔۔ کاٹتا۔۔۔ پھر لکھتا۔۔۔ پھر کاٹتا۔۔۔اس کے بعد پھر لکھنے لگتا۔۔۔ یہ سلسلہ آخر تک چلتا رہا۔ میری درجن بھر ضخیم ڈائریاں اس کا ثبوت ہیں، جنھیں شاید میرے علاوہ کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ کتابت (Composing) کے بعد بھی ترامیم و اضافوں کا سلسلہ جاری رہا۔

ترجمہ کرتے وقت سب سے بڑی دقّت کثیر جملہ ہائے معترضہ والے جملے کا ترجمہ کرتے ہوئے پیش آئی۔ پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم میں جملے کا یہ اسلوب زیادہ دیکھنے میں آیا۔ ترجمہ کرتے ہوئے میں نے دھیان رکھا ہے کہ اس کتاب کا یہ اسلوب بھی ترجمہ ہو جائے! لیکن اس طریقہ کار میں ترجمے کا تخلیقی عنصر متاثر ہوتا ہے۔ ایسا اردو جملہ پہلی بار روانی سے نہیں پڑھا جاتا۔ یہ جملہ ٹھہر ٹھہر کر غور و فکر کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ سکتہ (،)، وقفہ (؛)، رابطہ (:)، قوسین () اور خط (—) وغیرہ کا زیادہ استعمال جملے کی پیچیدگی میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ ایسے جملے کی تفہیم کے لیے اسے بار بار پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً

> When we find the artist constantly struggling towards impersonality, towards a structure for his work which excludes his private, eccentric, momentary idiosyncrasies, and using always as its basis those elements which are most uniform in their effects upon impulses; when we find private works of art, works which satisfy the artist, but are incomprehensible to everybody else, so rare, and the publicity of the work so constantly and so intimately bound up with its appeal to the artist himself, it is difficult to believe that efficacy for communication is not a main part of the 'rightness' which the artist may suppose to be something quite different.[۱۷]

اس جملے کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

> جب ہم فن کار کو مستقل طور پر جد و جہد کرتے ہوئے پاتے ہیں لا شخصیت کی طرف، اپنے کام کے لیے ایسے ڈھانچے کی طرف جو اس کی ذاتی، انوکھی، لمحاتی نمایاں انفرادیتوں کو خارج کر دیتا ہے، اور اس کی بنیاد کے طور پر ہمیشہ ان عناصر کو استعمال کرتے ہوئے جو تحرکات پر اپنے اثرات میں انتہائی یکساں ہیں؛ جب ہم ذاتی فن پارے پاتے ہیں، جو فن کار کو تو مطمئن کرتے ہیں، لیکن دوسروں کے لیے ہیں ناقابلِ فہم، بہت لطیف، اور کام کی اشاعت بڑی باقاعدگی اور بہت پسندیدگی سے خود فن کار پر اس کے اثر کی پابند، تو یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ ابلاغ کی اثر انگیزی اس "صحیح پن" کا بڑا حصہ نہیں ہے جسے فن کار بالکل مختلف کوئی چیز فرض کر سکتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ امر بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہر قسم کا اسلوب ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔ صرف وہ اسلوب

ترجمہ کیا گیا ہے جس سے اردو میں مثبت تبدیلی کا امکان ہو۔ مثلاً انگریزی زبان میں ایک سے زیادہ اسما کو ہر بار اینڈ(and) لگا کر لکھا جا سکتا ہے۔ اردو میں صرف آخری اسم کے بعد "اور" لگاتے ہیں۔ ایسی صورت میں اردو کے قاعدے کو ترجیح دی گئی ہے جیسے:

> Ethical science arranges the elements which poetry has created, and propounds schemes and proposes examples of civil and domestic life: nor is it for want of admirable doctrines that men hate, and despise, and censure, and deceive and subjugate one another.[۱۸]

اس جملے کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

> اخلاقی سائنس ان عناصر کو مرتب کرتی ہے جنھیں شاعری نے تخلیق کیا ہے، اور منصوبے پیش کرتی ہے اور شہری اور گھریلو زندگی کی مثالیں تجویز کرتی ہے؛ یہ قابلِ تعریف علوم کی کمی کی وجہ سے ہرگز نہیں کہ آدمی باہم نفرت کرتے، تحقیر کرتے، عیب چینی کرتے، دھوکا دیتے اور مطیع کرتے ہیں۔

ترجمہ کرتے ہوئے دوسری بڑی دقّت متبادل اردو اصطلاحات (Terminology) کی تھی۔ راقم نے اصول کے طور پر مقدور بھر کوشش کی کہ مروّجہ اصطلاحات کو ہی استعمال کیا جائے، لیکن بعض اوقات احساس ہوا کہ سیاق و سباق اجتہاد کا تقاضا کر رہے ہیں تو میں نے بساط بھر خاص مناسب الفاظ بہ طور اصطلاحات کے طور پر استعمال کیے اور ایسے تمام الفاظ کا ایک ضمیمہ الگ سے بنا دیا، تاکہ اس قسم کی اصطلاحات واضح ہو جائیں۔ اسی طرح کچھ مترادف انگریزی الفاظ تھے، جن کے اردو معانی اس نازک باریکی سے نہیں ہیں جو انگریزی میں ہیں۔ سو ایسے الفاظ کے معانی بھی خود طے کیے تاکہ انگریزی مفہوم تک رسائی حاصل ہو جائے اور ان طے شدہ معانی کو بھی الفاظ سمیت ضمیمہ ا میں درج کر دیا۔ مثلاً انگریزی الفاظ ری ایکشن (reaction) اور ریسپانس (response) اپنے مخصوص سیاق و سباق میں مختلف معانی دیتے ہیں لیکن اردو میں ان کے لیے دو الگ الفاظ انھی معانی میں مستعمل نہیں ہیں۔ میں نے ری ایکشن کا معنی ردِ عمل اور ریسپانس کا معنی جوابِ عمل کیا اور انھیں ضمیمہ ا میں درج کر دیا۔ یہی معاملہ ایٹی ٹیوڈ (attitude) اور بی ہیویر (behaviour) کا بھی ہے، علیٰ ہٰذا القیاس۔

پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کے ترجمے کے دوران میں نے کچھ محاورات (Idiom) کو دیکھا جو بار بار پوری کتاب میں استعمال ہو رہے تھے۔ میں نے انھیں اور دیگر محاورات کو بھی الگ نکال لیا اور ان کا علاحدہ ضمیمہ بنا دیا۔ یہ محاورات مصنف کے اسلوب کو سمجھنے میں معاونت کرتے ہیں۔

ترجمے میں لغات کا استعمال کثرت سے کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر جہاں جملہ با معنی نہیں بن رہا تھا میں نے

مناسب اور قریب ترین معانی سے کام چلایا ہے لیکن اس طرح کرتے ہوئے میں نے جملے کے مجموعی مزاج کا خیال رکھا ہے۔ ہر ممکن کوشش کی ہے کہ قاری کی جملے کے مغز تک رسائی ہو جائے۔

پرنسپلز آف لٹریری کریٹیسزم کا ترجمہ کرتے ہوئے میں نے کچھ نکات کو ذہن میں رکھا ہے تاکہ ترجمہ کسی نظام کا تابع ہو جائے۔ ان نکات کا اجمالاً ذکر حسبِ ذیل ہے:

۱۔ میں نے اپنے ذاتی ذخیرۂ الفاظ پر کم انحصار کیا ہے۔ جہاں ذرا بھی شک ہوا، لغت سے رجوع کیا۔ جب تک اطمینان نہ ہوا، میں نے مناسب لفظ کی تلاش جاری رکھی۔ لغات میں شان الحق حقی کی آکسفرڈ انگلش اردو ڈکشنری اور ڈاکٹر جمیل جالبی کی قومی انگریزی اردو لغت کو ترجیح دی گئی ہے۔

۲۔ ایسے الفاظ جو سرسری نظر میں مترادف لگتے ہیں، میں نے ان کا ترجمہ کرتے ہوئے کوشش کی کہ الگ الگ اردو کے الفاظ استعمال کیے جائیں۔ ایسے تمام الفاظ ضمیمہ ا میں یک جا کر دیے گئے ہیں۔

۳۔ طویل جملہ جس میں ایک سے زیادہ جملہ ہائے معترضہ کا استعمال کیا گیا تھا، اسے میں نے کوشش کی کہ مصنف کے اسلوب میں ہی ترجمہ کیا جائے۔ لیکن خال خال جہاں مجھے لگا کہ قاری مفہوم تک پہنچنے میں بہت زیادہ دقت محسوس کرے گا، وہاں میں نے جملہ تقسیم بھی کیا ہے۔

۴۔ اس کتاب میں استعمال ہونے والے تمام محاورات کو میں نے الگ نکال کر ضمیمہ ۲ میں الف بائی ترتیب سے یک جا کر دیا ہے تاکہ مصنف کے اسلوب کو سمجھنے میں معاونت مل سکے۔

۵۔ حواشی کے لیے میں نے وضاحت طلب امور جیسے شخصیات، کتب، اداروں، مقامات، اصطلاحات اور دقیق نکات وغیرہ کا انتخاب کیا ہے۔

۶۔ کتاب کے آخر میں دیا گیا اشاریہ بھی میں نے ترجمہ کر دیا ہے، البتہ ترجمہ شدہ اشاریہ کی ترتیب انگریزی کے برعکس اردو پر منحصر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ روسو، جان پال، (Russo, John Paul)، ۲۰۱۵ء، I. A. Richards: His Life and Work، رتلج، نیویارک، ص ۳

۲۔ ایضاً، ص ۱۰

۳۔ ایوری مینز انسائکلوپیڈیا (Everyman's Encyclopaedia)، ۱۹۷۸ء، جلد ۱۰، جے ایم ڈینٹ اینڈ سنز لمیٹڈ، لندن، I. A.Richards,

۴۔ عابد علی عابد، پروفیسر سید، ۱۹۹۷ء، اصولِ انتقادِ ادبیات، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص:۱۴۹

۵۔ میزل، ڈیوڈ (Mazel, David)، ۱۹۹۴ء، Mountaineering Women، ٹیکساس اے اینڈ ایم یونی ورسٹی پریس، ٹیکساس، ص ۱۲۷

۶۔ سونجا کے فوس، کیرن اے فوس، رابرٹ ٹریپ (Sonja K. Foss, Karen A. Foss, Robert Trapp)، ۲۰۱۴ء، Contemporary Perspectives on

Rhetoric، ویو لینڈ پریس، الی نائز (Illinois)، ص ۲۹

۷۔ بیری، پیٹر (Barry,Peter)، ۲۰۰۲ء، Beginning Theory، مانچسٹر یونی ورسٹی پریس، مانچسٹر، ص ۱۵

۸۔ باسل ولے (Basil Villey)، ۱۹۶۸ء، Cambridge and Other Memories 1929-1953، ڈبلیو۔ڈبلیو۔ نارٹن، نیویارک، ص ۲۱

۹۔ چیٹرجی، کالیکا رانجن (Chatterjee,Kalika Ranjan)، ۲۰۰۲ء، Understanding I. A. Richards Principles of Literary Criticism، اٹلانٹک پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نیو دہلی، ص ۲۳۹۔

۱۰۔ Grolier, The Encyclopedia Americana، ۱۹۸۵ء، جلد ۱، گرولیر ان کارپوریٹڈ، ڈاں بری (Danbury)، ص ۵۰۶

۱۱۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید، ۲۰۰۰ء، اشاراتِ تنقید، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص: ۱۱۰

۱۲۔ دی نیو انسائکلو پیڈیا بریٹینکا (The New Encyclopaedia Britanica)، ۱۹۶۸ء، جلد ۱۰، دی یونی ورسٹی آف شکاگو، شکاگو، (Richards, I(vor), A(rmstrong

۱۳۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل، ۱۹۸۵ء، ارسطو سے ایلیٹ تک، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ص ۴۴۶

۱۴۔ قریشی، نثار احمد، ۱۹۸۵ء، اردو میں نثری تراجم کی روایت کا مختصر جائزہ، مشمولہ ترجمہ: روایت اور فن، مرتبہ: نثار احمد قریشی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۴

۱۵۔ زبیری، ہلال احمد، ۱۹۸۶ء، سماجی علوم کا ترجمہ مسائل اور مشکلات، مشمولہ: روداد سیمینار، اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، مرتبہ: اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۱۲۵

۱۶۔ ایضاً، ص ۸۴

۱۷۔ رچرڈس، آئی۔ اے۔ (Richards,I.A.)، ۱۹۹۵ء، Principles of Literary Criticism، یونی ورسل بک اسٹال، نئی دہلی، ص ۱۹

۱۸۔ ایضاً، ص ۵۱

کتابیات

۱۔ ایوری مینز انسائکلو پیڈیا (Everyman's Encyclopaedia)، جلد ۱۰، ۱۹۷۸ء، جے ایم ڈینٹ اینڈ سنز لمیٹڈ، لندن

۲۔ باسل ولے (Basil Villey)، ۱۹۶۸ء، Cambridge and Other Memories، ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ نارٹن، نیویارک

۳۔ بیری، پیٹر (Barry,Peter)، ۲۰۰۲ء، Beginning Theory، مانچسٹر یونی ورسٹی پریس، مانچسٹر

۴۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل، ۱۹۸۵ء، ارسطو سے ایلیٹ تک، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

۵۔ چیٹرجی، کالیکا رانجن (Chatterjee,Kalika Ranjan)، ۲۰۰۲ء، Understanding I.A.Richards' Principles of Literary Criticism، اٹلانٹک پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نیو دہلی

۶۔ دی نیو انسائکلو پیڈیا بریٹانیکا (The New Encyclopaedia Britanica)، ۱۹۶۸ء، جلد ۱۰، دی یونی ورسٹی آف شکاگو، شکاگو۔

۷۔ رچرڈس، آئی۔ اے۔ (Richards,I.A.)، ۱۹۹۵ء، Principles of Literary Criticism، یونی ورسل بک اسٹال، نئی دہلی

۸۔ روسو، جان پال (Russo, John Paul)، ۲۰۱۵ء، I. A. Richards: His Life and Work، روٹلج، نیویارک

۹۔ زبیری، ہلال احمد، ۱۹۸۶ء، "سماجی علوم کا ترجمہ مسائل اور مشکلات"، مشمولہ: روداد سیمینار، اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، مرتبہ: اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔

۱۰۔ سونجا کے فوس، کیرن اے فوس، رابرٹ ٹریپ (Sonja K. Foss, Karen A. Foss, Robert Trapp)، ۲۰۱۴ء، Contemporary Perspectives on Rhetoric، ویو لینڈ پریس، الی نائز (Illinois)

۱۱۔ عابد علی عابد، پروفیسر سید، ۱۹۹۷ء، اصولِ انتقادِ ادبیات، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

۱۲۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید، ۲۰۰۰ء، اشاراتِ تنقید، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

۱۳۔ گرالیر، دی انسائکلو پیڈیا امیریکینا (Grolier, The Encyclopedia Americana)، ۱۹۸۵ء، جلد ۱، گرولیر ان کارپوریٹڈ، ڈاں بری

(Danbury)

۱۴۔ میزل، ڈیوڈ (Mazel, David)، ۱۹۹۴ء، Mountaineering Women، ٹیکساس اے اینڈ ایم یونی ورسٹی پریس، ٹیکساس

۱۵۔ قریشی، نثار احمد، ۱۹۸۵ء، اردو میں نثری تراجم کی روایت کا مختصر جائزہ، مشمولہ ترجمہ: ”روایت اور فن“، مرتبہ: نثار احمد قریشی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔

Abstract

This article aims at highlighting importance of Principles of Literary Criticism by I A Richards in relation to Urdu translations and their practitioners such as Dr Jamil Jalibi, Hilal Ahmed Zuberi, Dr Mirza Hamid Beg. Almost all Urdu translators advocated a faithful and fluent translation. Dr Mirza Hamid Beg criticises all the Urdu translators as they produced simple target text, but they should have translated the source texts the way it was written to improve the stylistic beauty of Urdu prose. Beg pointed out that Urdu has no capacity to produce long and complexed sentences. The article shows tendency of Urdu translators who did not follow the linguistic style of the source text. Experimenting to follow the source text style, the article writer translates the text. Translating terminologies is a nightmare for every translator for which the writer uses the terminologies of the source text except for a few terms.

Keywords: Urdu translation, long and complexed sentences, source language, target language.